Al-Qalam القلم

p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077

Volume:28, Issue:1, 2023, pp. 1-14

حنفی فقہ میں اصول سد ذریعہ کی مشروعیت اور معاصر منتخب معاشرتی و معاشی مسائل پر تطبیق

The Principle of Blocking the Means (Ṣad al-Zarāʼi) in Ḥanafī School of Jurisprudence and Its Application on Selected Contemporary Social and Economic Issues

Hafiz Abdul Basit Khan

Associate Professor, SZIC,

University of the Punjab, Lahore

KEYWORDS

Ṣad al-zarāʼi; blocking the means; Ḥanafī jurisprudence; contemporary issues

Date of Publication: 30-06-2023

ABSTRACT

Abstract: Ḥanafī School of Fiqh is considered the oldest one among all schools of Islamic jurisprudence. It has many distinctions in terms of practicability. The principle of sad al-zarāʼi {blocking the means} which was initially developed in the Mālikī school of Jurisprudence was opted by other schools embedded under other principles of those respective schools later on. This paper is an effort to present a research-oriented sketch of the existence of this principle in the Ḥanafī School and its application to selected modern issues. The writer has explored the rulings of famous Hanafi jurists under the said principle. Although it is crystal clear that the mutaqadimīn Ḥanafī jurists such as Imam Sarakhsī have not applied this rule nor mentioned it as a secondary source of law yet the mutaʼakhirīn from this school have applied this rule which indicates that they have considered it as a principle. The interest-based transactions in non-muslim countries which are permissible in principle have been marked as impermissible by many contemporary Ḥanafī jurists under the said principle. They argue that such allowance may lead to creating ambiguity about the impermissibility of interest in normal conditions. The Tawarruq means selling something on deferred payment, and then buying it back in cash, albeit at a lower price than the deferred price. According to the Ḥanafī school if this takes place among three people it will remain permissible. But plenty of other jurists do not favour it arguing that it might lead to ʻina which takes place between two people. The nikāḥ al-misyār which also enjoys the favour of Ḥanafī jurists according to their set principle for marriage has been strongly criticized by many Ḥanafī jurists based on said principle. The covering of face for female can also be inserted in this list. The author has concluded that there must be limited use of this rule as it often causes the prohibition of what Shariah has allowed.

تمہید

فقہ اسلامی ایک مکمل قانون ہے جس کے اپنے متعین اصول ہیں۔ حنفی مکتب فقہ کے ذیلی مآخذ میں سد ذرائع کے اصول کاذکر نہیں ملتا۔ زیر نظر مضمون کے پہلے حصہ میں اس اصول کی مبادیات کاذکر ہے، دوسرے حصہ میں حنفی مکتب فقہ میں اس اصول کے وجود وعدم وجود کے پر بحث کی گئی ہے اور تیسرے حصہ میں دور حاضر کے فقہائے احناف کے ہاں اس اصول کے انطباق کا جائزہ لیا گیا ہے۔ لفظ سد الذرائع عربی زبان کا لفظ ہے جو دو لفظوں یعنی "سد" اور "ذرائع" سے مرکب ہے۔ سد ذرائع کے مقابلے میں فقہ میں "فتح الذرئع" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہ بھی دو لفظوں یعنی "فتح" اور "ذرائع" سے مرکب ہے۔ لفظ "سد" عربی زبان میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ عام طور پر "دوچیزوں کے درمیان رکاوٹ کو سد کہتے ہیں"۔ اسی طرح سد کے معنی بند کرنا، منع کرنا اور روکنا کے بھی آتے ہیں۔ ابن منظور نے اس کے معنی "اغلاق الخلل وردم الثلمه" بیان کئے ہیں جس کا مطلب ہے "رخنہ کو بند کرنا اور شگاف (سوراخ) کو بھرنا یا پر کرنا"[1] اور تشبیہ کے طور پر ہر قسم کے موانع کو سد کہہ دیا جاتا ہے۔[2] جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

"وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ[3] "

"اور ہم نے انکے آگے بھی دیوار بنادی اور انکے پیچھے بھی پھر ان پر پردہ ڈال دیا تو یہ دیکھ نہیں سکتے"

ذرائع یہ لفظ "ذریعہ" کی جمع ہے اس کے لغت میں متعدد معانی آتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی سبب، وسیلہ، اور طریقہ کے ہیں۔ لسان العرب میں ذریعہ کی تعریف اسی طرح "وسیلہ" سے کی گئی ہے۔ "الذريعة:الوسيلة وقد تذرع فلان بذريعة اى توسل ،والجمع الذرائع"[4]

سد ذرائع کا اصطلاحی معنی

سد ذرائع سے مراد ان تمام ذرائع کو بند اور روک دینا ہے جو فی نفسہ درست ہوں مگر وہ شریعت کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور شرعی احکام کے ترک کرنے کیلئے پیش خیمہ ثابت ہوں۔ فقہاء کرام کے نزدیک سد ذرائع سے مراد ہر وہ قول و فعل ہے جو بظاہر تو مباح ہو لیکن وہ مفضی الی المحرم ہو، یعنی ہر مباح کام جب کسی معصیت اور فساد کا سبب بن جائے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ لفظ ذرائع کا زیادہ تر اطلاق ان وسائل پر ہوتا ہے جو مفسد چیزوں تک پہنچاتے ہوں جب یہ کہا جائے کہ :"هذامن باب سدالذرائع ""یعنی یہ چیز سد ذرائع کی قبیل سے ہے"

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا تعلق ان وسائل کو روکنے کے باب سے جو مفسد چیزوں تک پہنچانے والے ہیں"[5]

امام قرافی نے سد ذرائع کی یہ تعریف بیان کی ہے:والذريعة الوسيلة للشيء، ومعنى ذلك: حسم مادة وسائل الفساد دفعاً له [6] "ذریعہ کسی شے کے وسیلے کو کہتے ہیں اور اس کا معنی ہے فساد کے مادہ کو فساد سے بچنے

کے لیے ختم کر دینا"۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں: "مفسدہ کا ذریعہ بننے والی ظاہری مصلحت کو روک دینے کا نام "سد ذریعہ" ہے۔"[7]

مندرجہ بالا تعریفات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سد ذرائع کا لفظ ایسے وسائل کو مسدود کرنے پر بولا جاتا ہے جو فی نفسہ تو جائز ہوں، مباح ہوں مگر وہ کسی فعل حرام یا کسی مفسد کا سبب بنیں۔ لہذا اس سے یہ بات آسانی سے سمجھ آرہی ہے کہ ان مباح اور جائز امور سے منع کرنا اور ان وسائل کے دروازے کو بند کرنے کا بنیادی مقصد ان وسائل اور ذرائع کا حرام تک پہنچانا ہے۔ لہذا اگر یہ وسائل اور ذرائع کسی مفسد عمل یا حرام امر تک نہ پہنچاتے ہوں اور مفسدات تک پہنچنے یا پہنچانے کا ذریعہ نہ بنیں تو ان اموراوران وسائل سے منع نہیں کیا جائے گا۔

ذرائع کی اقسام 1۔ سد ذرائع 2۔ فتح الذرائع

سد ذرائع: اس کی وضاحت ابھی ذکر ہوئی

فتح ذرائع

فتح الذرائع کا لفظ بھی مرکب اضافی ہے۔ جو "فتح" اور "ذرائع" سے مرکب ہے۔ ما قبل میں یہ بات گزر چکی ہے کہ سد الذرائع کے مقابلے میں فتح الذرائع کا لفظ آتا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لغوی اور اصطلاحی طور پر یہ سد الذرائع کا متضاد ہے۔ چنانچہ اگر ذرائع کسی نیک، جائز اوراحسن کام کی طرف لے جانے والے ہوں تو وہ جائز اور واجب ہوں گے لہذا شریعت میں حکم ہے کہ اچھائی اور حلال امور کے ذرائع کھولا جائے۔

امام قرافی اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

" أن الذريعة كما يجب سدها يجب فتحها وتكره وتندب وتباح فإن الذريعة هي الوسيلة فكما أن وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة كالسعي للجمعة والحج[8]"

یعنی جس طرح سے ذریعہ کو بند کرنا اواجب ہے اسی طرح سے اس کا کھولنا بھی واجب ہے۔ یقیناذریعہ مندوب، مکروہ اور مباح بھی ہوتا ہے اس لئے کہ ذریعہ وسیلہ ہی تو ہے لہذا حرام کا وسیلہ بھی حرام ہوگا اور حلال کا وسیلہ بھی حلال ہوگا جیسا کہ جمعہ اور حج کی طرف سعی اور کوشش کرنا۔

سد ذرائع کا قرآن سے ثبوت

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر سد ذرائع کی مشروعیت کے دلائل اور نظائر ملتے ہیں۔ ایک مثال کا ذکر کیا جارہا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد ربانی ہے:" وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْم[9]" "اور جن لوگوں کو یہ مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھے برا نہ کہہ بیٹھیں۔"

آیت مذکورہ میں ذات خداوندی نے مشرک لوگوں کے معبودان باطلہ کو بھی گالیاں دینا حرام قرار دیا ہے۔ حالانکہ انہیں گالیاں دینے کی وجہ غصہ اور حمیت الہی ہوتی ہے اوران کے معبودان باطلہ کی تذلیل اوراہانت مقصود ہوتی ہے۔ مگر ایسا کرنے سے چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو گالی دے سکتے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کے معبودان باطلہ کو گالیاں دینے منع کر دیا گیاہے۔ کیونکہ گالیاں نہ دینے میں مصلحت زیادہ ہے۔ حالانکہ یہ نہی ایسے امر سے ہے جو کہ مباح ہے۔ مگر چونکہ وہ ایسا امر ہے جو ایک مفسد تک لے جانے والا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس شر کے ذریعہ کو ممنوع قرار دیاہے۔

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:"

ودليل على وجوب الحكم بسد الذرائع[10] "

"یہ آیت سد ذرائع کے حکم کے واجب ہونے پر دلیل ہے۔"

اسی طرح متعدد احادیث سے بھی اس اصول کا پتہ چلتاہے۔ صرف ایک مثال ملاحظہ ہو

"حدثنا مؤمل بن هشام يعني اليشكري، حدثنا إسماعيل، عن سوار ابي حمزة، قال ابو داود: وهو سوار بن داود ابو حمزة المزني الصيرفي، عن عمرو بن شعيب، عن ابيه، عن جده، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" مروا اولادكم بالصلاة وهم ابناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم ابناء عشر سنين، وفرقوا بينهم في المضاجع.[11]"

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تمہاری اولاد سات سال کی ہو جائے تو تم ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو، اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں اس پر (یعنی نماز نہ پڑھنے پر) مارو، اور ان کے سونے کے بستر الگ کر دو“۔

حدیث بالا میں اولاد (مذکر ومؤنث) کے بستر الگ کرنے کا حکم ہے تاکہ بستر ایک ہونے کی وجہ سے کسی مفسد کا سبب اور ذریعہ نہ بنے صرف ایک مفسدہ کا ممکنہ سبب اور وسیلہ ہونے کے باعث آنحضور ﷺ نے بستر الگ الگ کرنے کا حکم فرمایا۔ گویا سد ذریعہ کی یہ واضح مثال حدیث سے ملتی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عمل اوراجماع میں سد ذرائع کی مثال

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حیات طیبہ پر اگر نظر ڈالیں تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام نے شرعی امور کے انجام دینے میں سد ذرائع کا بھی استعمال کیالہذا صحابہ کرام نے ایسے بہت سارے جائز مسائل کوناجائز قرار دیا جن کا انجام ومآل ناجائز اور مفسد امور کی طرف لے جانے والا تھا، صحابہ کرام ان مفاسد کے پیش نظر ان امور کو ختم کر دیا۔ امور شرعیہ میں صحابہ کرام کے سد ذرائع کے اسلوب کے نظائر میں سے صرف ایک

مثال ملاحظہ ہو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لغت قریش پر سب کو جمع کیا تاکہ مختلف لغات میں ہونے پر اقوام میں قرآن اختلاف کا ذریعہ نہ بن جائے۔ وجہ یہی تھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں ناواقفیت کی بنا پر بعض عجمی لوگوں کے درمیان اختلاف ہونے لگا لہذا حضرت عثمان رضی اللہ تعالی نے سب کو لغت قریش پر جمع کیا اور اسی پر سب کا اتفاق ہوا[12]۔

سد ذرائع کی اقسام

سد ذرائع کی بنیادی طور پر چار مشہور اقسام درج ذیل ہیں:

پہلی قسم: وہ ذرائع جس کا انجام ومآل یقینی طور پر فساد کی شکل میں ہو

مثال: گھر کے دروازے کے سامنے اندھیرے راستے میں گڑھا کھودنا۔ ظاہری بات ہے کہ اس سے اس گڑھے کے اندر گرنا یقینی ہے۔

دوسری قسم: ایسے ذرائع اور وسائل جن سے فساد کا ہونا یقینی نہ بلکہ شاذ ہو ان کا کرنا ممنوع نہیں ہے۔

مثال: جیسے انگور کی کاشت، کیونکہ اسی انگور کی فصل سے شراب کی تیاری یقینی نہیں ہے۔

تیسری قسم: ایسے ذرائع جن سے فساد کا پایا جانا ظن غالب میں آتا ہو

مثال: جنگ کے دنوں میں اپنے دشمن کو اسلحہ، ہتھیار فروخت کرنا اور اسی طرح شراب بنانے والے کو انگور وغیرہ بیچنا۔ یہ بھی ممنوع ہے کیونکہ ظن غالب یہی ہے کہ اس سے فساد پیدا ہوگا۔

چوتھی قسم: ایسے ذرائع اور وسائل جن سے اکثر اوقات فساد ہوتا ہو لیکن ظن غالب نہ پایا جائے۔

مثال: جیسے خرید و فروخت ایسے طریقوں سے ہو جو سود کی طرف لے جاتے ہوں۔ امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے کیونکہ اعتبار ظن غالب کا ہوتا ہے اور یہاں ظن غالب نہیں ہے لیکن امام مالک اور امام احمد نے اکثر کا اعتبار کرتے ہوئے ممنوع قرار دیا ہے۔

مذکورہ بالا چار مشہور اقسام ہیں تاہم مختلف فقہائے عظام کے نزدیک مآل انجام، حکم اور باعث علیہا کی مناسبت سے مختلف اقسام ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

امام قرافی رحمہ اللہ کے نزدیک سد ذرائع کی اقسام

امام قرافی نے ایسے ذرائع کی تین اقسام بیان کی ہیں جو حرام اشیاء کی طرف لے جانے والی ہوں یعنی مفضی المحرم ہوں:

پہلی قسم: ایسے ذرائع اور وسائل جن سے فساد کو وقوع اتفاقا ہوتا ہو تو ایسے اسباب وذرائع کو ممنوع قرار نہیں دیا جائے گا۔

مثال: جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ شراب بنانے کی وجہ سے انگور کی کاشت پر پابندی لگانا۔یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے انگور کی کاشت پر پابندی نہیں لگائی۔

دوسری قسم: ایسے ذرائع اور وسائل جن کی پابندی، خاتمے پر امت کا اجماع ہے۔

مثال: جیسے گزر گاہ پر کنواں کھودنا۔وجہ یہ ہے کہ اس طرح کنواں راستے اور گزر گاہ پر بنانا لوگوں کی ہلاکت کا سبب، وسیلہ اور ذریعہ ہے، اسی طرح معبودان باطلہ اور غیر مذاہب کے لوگوں کے معبودوں کو برا بھلا کہنا کیونکہ اس طرح وہ اس کے جواب میں معبود بر حق کو برا بھلا کہیں گے۔

تیسری قسم: ایسے ذرائع اور وسائل جن کے بطور سد ذرائع لازم ہونے یا لازم نہ ہونے کے بارے اختلاف ہو۔

مثال: جیسے بیع اجال(ایسی بیع جس میں مشتری بائع سے کسی شے کو دس روپے کے عوض ایک ماہ کی مہلت پر خرید لیتا ہے اور قیمت کی ادائیگی سے قبل اسی شے کو نو روپے کے عوض بائع کو فروخت کر دیتا ہے، تو یہ بیع امام مالک کے نزدیک جائز نہیں اس لیے کہ بائع نے مدت کے عوض میں نو روپے دے کر دس روپے لے لئے اور اس کو شے بھی حاصل ہو گئی اور ایک روپیہ کا فائدہ بھی ہو گیا امام شافعی اس معاملے کے ظاہر پر نظر کرتے ہوئے اس کو بیع جائز قرار دیتے ہیں اس لیے کہ اس میں بیع کی تمام شرائط اور ارکان پائے جاتے ہیں[13])یعنی مہلت والی بیع ،ایسی بیع ہمارے نزدیک ارتکاب حرام کا ذریعہ ہے اس لئے ہم یہاں سد ذرائع کے لازم ہونے کے قائل ہیں جبکہ دیگر علماء کا اس بارے اختلاف ہے[14]۔

سد ذرائع کے ارکان

سد ذرائع کے تین ارکان ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1)-وسیلہ-اس کو ذریعہ بھی کہا جاتا ہے۔ 2)-افضاء 3)-متوسل الیہ

سد ذرائع کی شرائط

علماء اور محققین نے سد ذرائع کی چند شرائط بیان کی ہیں ان شرائط کی روشنی میں سد ذرائع کا حکم لگایا جائے گا اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہوئی تو سد ذراائع کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔وہ شرائط درج ذیل ہیں:

1)-وسیلہ / ذریعہ اس مقصود تک غالب طور پر پہنچانے والا ہو[15]۔

2)-نص یعنی قرآن وسنت وغیرہ کے مخالف نہ ہو[16]۔

3)-سد ذرائع پر عمل کرنا مقاصد شریعت کے متضاد اور مخالف نہ ہو[17]۔

سد ذرائع کی حکمت

جو حلال ذرائع کسی حرام کی طرف جانے کا سبب بن سکتے ہوں ان پر پابندی لگانا اس لیے ضروری ہے کہ معروف و خیر کا ماحول اسی وقت وجود میں آتا ہے جب متوقع و مظنون منکر و شر کا دروازہ بند کیا جائے۔بسا اوقات معاملات

فرد کی حد تک خیر کا موجب ہوتے ہیں مگر معاشرے میں ان کا شیوع کسی شر کا سبب بن سکتا ہے۔ اسی لیے شریعت اسلامیہ نے اس اصول کالحاظ رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ معاشرہ میں خیر پروان چڑھے اور برائی کا راستہ مسدود ہو۔

ائمہ اربعہ کا اصول سد ذرائع کے بارے نقطہ نظر

اگر ہم فقہائے عظام کی طرف نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فقہائے اربعہ نے اس اصول یعنی اصول سد ذرائع کو مختلف انداز سے استعمال کیا ہے اور اس سے استفادہ کیا ہے ۔ حضرات مالکیہ نے تو سد ذرائع کو مستقل دلیل اوراصول کے طور پر استعمال کرتے ہوئے اس سے استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح حضرات حنابلہ نے بھی باقی ائمہ حضرات کی بنسبت اس کو زیادہ استعمال کیا ہے حضرات شوافع اور حضرات احناف نے بھی اس اصول سے استفادہ کیا ہے البتہ اس کو بطور مستقل دلیل اوراصول کے استعمال نہیں کیا ہے۔

امام شاطبی موافقات میں فرماتے ہیں:

"وسدالذرائع مطلوب مشروع ،وهواصل من الاصول القطعية فی الشرع[18]"

یعنی سد الذرائع شریعت اسلامیہ میں مطلوب و مشروع ہے اور یہ شریعت میں قطعی اصولوں میں سے ایک ہے۔

ابوزہرہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:"وهذا اصل من الاصول،التی اکثر من الاعتماد علیہا،فی استنباطه الفقهی،الامام مالك رضی الله عنه[19] "یعنی سد ذرائع اصولوں میں سے ایک اصول ہے جس پر فقہی استنباط کے اعتبار سے امام مالک نے اعتماد کیا ہے۔

احناف اور سد ذرائع

چونکہ ہمارا موضوع بحث بنیادی طور پر احناف کے بارے میں ہے لہذا ذیل کی بحث میں سد ذرائع کے بارے میں مسلک احناف کو ذکر کیا جاتا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک احناف سد ذرائع کو حجت نہیں مانتے جیسا کہ باجی[20]، ابن رشد[21] اور مرادوی[22] اس قول کے قائل ہیں لیکن جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے وہ یہی ہے کہ حضرات احناف سد ذرائع سے استفادہ تو کرتے ہیں لیکن ایک دلیل شرعی اوراصول شرعی کے طور پر استفادہ نہیں کرتے بلکہ وہ استحسان کے ماتحت سد ذرائع کو لے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم احناف کی متقدمین یامتاخرین کی کتب اصول کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں سد ذرائع کے حوالے سے کہیں بھی صراحت نہیں ملتی مگر احناف کی کتب قواعد فقہ میں سد ذرائع کے اشارے ملتے ہیں جیسا کہ ابن نجیم کی "الاشباه والنظائر "میں اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ انہوں نے سد ذرائع کے اصول سے کام لیا ہے جیسا کہ "الضرریزال[23]"(یعنی نقصان / ضرر کا ازالہ کیا جائے گا[24])" کے قاعدہ کو بیان کرکے اوراس کے تحت کثیر فروعات کو بیان کرکے کام لیا گیا ہے۔ اسی طرح قاعدہ "درء المفاسداولیٰ من جلب المصالح[25]" کے قاعدہ کی روشنی میں بھی سد ذرائع کا کام لیا گیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"درء المفاسداولیٰ من جلب المصالح ،فاذاتعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبا لان اعتناء الشرع بالمنہیات اشد من اعتنائه بالمامورات۔۔ومن ثم جازترک الواجب دفعاللمشقة ۔۔ولم یسامح فی الاقدام علی المنہیات[26]"

یعنی مفاسد کو دور کرنا مصلحت کے حصول سے زیادہ اولیٰ ہے پس جب مصلحت اور فساد دونوں میں تعارض ہو تو مفسد کے دور کرنے کو مقدم کیا جائے گا اس لیے کہ شرع نے مامورات کے اہتمام کی نسبت منہیات سے اجتناب کرنے میں زیادہ سختی فرمائی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات مشقت کے خوف سے واجب چھوڑنا جائز ہو جاتا ہے۔ جبکہ منہیات کی طرف بڑھنے کی بالکل بھی گنجائش نہیں دی۔

اسی طرح علمائے احناف کے نزدیک قاعدہ "ان الوسیلة الی الشئ،حکمہا حکم ذالک الشیء[27]" بھی سد ذرائع کے قاعدہ کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔

اسی طرح احناف کی کتب فروع میں سد ذرائع کو فروعی احکام میں صراحتاً ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی فرماتے ہیں:

"والحداد ان تترک الطیب والزینة والکحل والدھن المطیب وغیرالمطیب الامن عذر۔۔۔حیث ان ھذہ الاشیاء دواعی الرغبة فیھا وھی ممنوعة عن النکاح فتجتنبہا کی لاتصیر ذریعة الی الوقوع فی المحرم[28]"

"بیوہ کے لیے حکم یہی ہے کہ وہ خوشبو، زیب وزینت، سرمہ، سادہ اور خوشبو والا تیل بھی استعمال نہ کرے البتہ کسی عذر کی بناء پر لگا سکتی ہے کیونکہ یہ اشیاء اس عورت کی طرف رغبت دلاتی ہیں جبکہ اس کو نکاح سے منع کیا گیا ہے لہذا وہ ان اشیاء سے اجتناب کرے گی تاکہ یہ اشیاء اس کے حرام میں مبتلا ہونے کا ذریعہ نہ بن جائیں"

علامہ ابن عابدین نے بھی اسی مذکورہ بالا چیز کو ذکر کیا ہے[29]۔

امام شاطبی سد ذرائع کے قول کو احناف کی طرف اس طرح منسوب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

"واما ابوحنیفة رحمه الله فان ثبت عنه جوازالاعمال الحیل لم یکن من اصله فی بیوع الاجال الاالجواز،ولایلزم من ذلک ترکه لاصل سدالذرائع،وھذاواضح الاانه نقل عنه موافقة مالک فی سدالذرائع فیہا ،وان خالفه فی بعض التفاصیل واذا کان کذلک فلااشکال[30]"

"اور بہر حال امام ابو حنیفہ تو اگر ان سے ایسے حیلوں کو عمل میں لانے کا جواز ثابت ہو جائے تو ان کی ادہار والی بیوع میں جواز کے سوا کوئی اصل نہیں ہے اس سے سد ذرائع کی اصل کا ترک لازم نہیں آتا

اور یہ بات واضح ہے الا یہ کہ اس بارے میں ان سے سد ذرائع میں امام مالک کی موافقت منقول ہے، اگرچہ بعض تفاصیل میں ان سے اختلاف کیاہے اور جب یہ صورت ہے تو پھر کوئی اشکال نہیں رہتا۔"

شیخ مجاہد الاسلام قاسمی فرماتے ہیں:

"ان الاستحسان عندالحنفیه ضابطة جامعة کاملة تشمل عدة مصادر شرعیة ضمنیة، ولذا لم یشعروابای حاجة الی اتیان بسدالذرائع منفردا مستقلا[31]"

یعنی احناف کے نزدیک استحسان ایک مکمل اور جامع ضابطہ ہے اس لئے احناف نے سد ذرائع کو انفرادی طور پر اور مستقل طور پر سد ذرائع کولانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

شیخ قاسمی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ احناف کے نزدیک استحسان کی دواقسام ہیں یعنی استحسان میں دلیل دوطرح سے ہوتی ہے۔

1)۔استحسان ثابت بالنص یعنی وہ دلیل نص سے ہو۔

2)۔"استحسان ثابت بمصلحة راجحه"یعنی اس میں دلیل کسی مصلحت کو بنایا گیاہو۔

اور جو ثانوی مآخذ فقہ ہیں وہ سب استحسان بالمصلحت کے تحت آتے ہیں اس لئے کہ مصلحت میں پانچ امور ہوتے جو کہ درج ذیل ہیں۔حفظ دین،حفظ نفس،حفظ نسل،حفظ عقل،حفظ مال، ہیں (ان کو مقاصد خمسہ یاضروریات خمسہ کہاجاتاہے)

مذکورہ پانچ مصلحتوں میں سے ہر ایک میں سے کچھ چیزیں دین کیلئے ضرورت ہوتی ہیں کچھ چیزیں حاجت ہیں جبکہ کچھ چیزیں دین کیلئے تحسین ہیں۔(جیسا کہ فرائض دین کیلئے ضرورت ہیں واجبات حاجت ہیں اور نوافل دین کیلئے تحسین ہیں)۔

یہاں سد ذرائع بنیادی طور پر حفظ دین میں حاجت کے تحت آتاہے کیونکہ بعض امور بظاہر تو جائز نظر آتے ہیں یعنی اصلاجائز ہوتے ہیں لیکن ان کو سرانجام دینے سے اس بات کا خدشہ ہوتاہے کہ وہ آخرکار محرمات شرعیہ میں سے کسی امر کاارتکاب کرلے لہذااس صورت میں (فعل جائز کو بھی سرانجام دینے کی)ممانعت ہوتی ہے اوراسی کو سد ذرائع کہاجاتاہے[32]۔لہذاممانعت اس لئے ہوتی ہے کہ حفظ دین متاثر ہورہاہوتاہے۔اسلئے سد ذرائع کے اصول کوحنفیہ نے استحسان بالمصلحت کے تحت استعمال کیاہے۔

شیخ مجاہد الاسلام القاسمی اسی کے تحت ایک مثال ذکر کرتے ہیں کہ بَقّال یعنی پرچون والے کو قرض دے کر بعد میں اس قرض میں سے سودایاخریداری کو منع کیاہے اوراسے مکروہ کہا گیاہے۔یعنی صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی بقال کو قرض دیاجائے اوراس سے خریداری کرتے ہوئے اسے اس قرض سے ہی پیسے منہاکرنے کا کہاجائے تواس طرح

قرض سے خریداری مکروہ ہے۔فی نفسہ اگرچہ جائزہے مگر چونکہ اس میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ مقروض سے دوران خریداری کسی طرح قرض کی بناپر استفادہ کیاجائے لہذا یہ فعل مکروہ ہے۔

امام ابوزہرہ نے بھی سد ذرائع کو قیاس اوراستحسان کے ماتحت داخل کیاہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"ان الاخذ بالذرائع کماقررنا؛ثابت من کل المذاهب الاسلامیه۔وان لم یصرح به، وقداکثرمنه الامامان مالک واحمد رحمہمااللہ،وکان دونہما فی الاخذبه الشافعی وابوحنیفة ،ولکنهمالم یرفضاه جملة،ولم یعتبراه اصلا قائما بذاته، بل کان داخلافی الاصول المقررة عندهما،کالقیاس والاستحسان الخفیّ[33]"

"یعنی تمام مذاہب اسلامیہ سے سد ذرائع سے فائدہ حاصل کرنا ثابت ہے اگرچہ انہوں نے اس اصول یعنی سد ذرائع کی صراحت نہیں کی لیکن استفادہ ضرور کیاہے امام مالک اور امام احمد نے اس اصول سے زیادہ استفادہ کیاہے امام شافعی اورامام ابو حنیفہ نے ان دونوں ائمہ کی نسبت کم کیااستفادہ ہے لیکن انہوں نے اس اصول کو نہ تو بالکل ترک کیاہے اور نہ ہی باقاعدہ اصل کے طور پر اس کو معتبر ماناہے بلکہ یہ اصول ان کے مقرر کردہ اصولوں جیسے قیاس اور استحسان خفی میں داخل ہے"

امام قرافی کسی اختلاف کوذکرکئے بغیر سد ذرائع پرسب ائمہ کے اجتماع کوبیان کرتے ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں:"ان سدالذرائع مجمع علیه[34]"اسی طرح شیخ عبداللہ بن بیہ فرماتے ہیں:"الاحناف یقولون بسدالذرائع فی حدود ضیقة"یعنی احناف سد ذرائع کو محدود طریقے سے استعمال کرتے ہیں

اسی طرح محمد عبد الغنی الباجقنی فرماتے ہیں:

"هذا والذرائع اصل من الاصول الفقهیة عندنا والاخذ بها ثابت فی المذاهب الاربعة ،وان لم یصرح به فی بعضها،وقداعتمدعلیه مالک واحمد،اکثرمن الشافعی وابی حنیفة الذین لم یعتبراه اصلاقائمابذاته بل مندرجا فی الاصول الاخریٰ المقرره عندهما[35]"

عبد الغنی الباجقنی اس عبارت میں سد ذرائع کے ائمہ اربعہ کے نزدیک معتبر ہونے کو بیان کرنے کیساتھ شوافع اوراحناف کے نقطہ نظر کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان حضرات نے اس اصول کو قائم بالذات یااصل اور مستقل دلیل کے طور پر تسلیم نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے مقرر کردہ اصولوں کے ماتحت بیان کیاہے۔

اور یہ بات ماقبل میں گزر گئی ہے کہ حضرات احناف اس اصول کو استحسان بالمصلحت کے تحت استعمال کرتے ہیں۔بعض حضرات نے یہ بھی بیان کیاہے کہ احناف استحسان کیساتھ ساتھ قیاس کے تحت بھی استعمال کرتے ہیں۔

محمد ہشام البرہانی اپنی کتاب "سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیہ "میں احناف کے نقطہ نظر کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرات احناف استحسان بالمصلحت کے تحت اس کو داخل کرتے ہیں اور سد ذرائع عمل بالمصلحت کی ایک صورت ہے بلکہاحناف کی استحسان کی بعض صور تیں ایسی ہیں جو بعینہ مالکیہ کے ہاں سد ذرائع کی صور تیں بنتی ہیں اس اعتبار سے دونوں مذاہب میں فرق صرف نام کا ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"هوباب يلجون منه الى العمل بالمصلحة،وسدالذرائع من وجوه العمل بالمصلحة ،بل ان بعض صورالاستحسان عندهم هى عين صورسدالذرائع عندالمالكيه ،فلايبدوالفرق بين المذهبين الافى التسمية[36]"

مذکورہ بالا اقوال اور عبارات کی روشنی میں درج ذیل تین باتیں روز روشن کی طرح معلوم ہوتی ہیں

1)-احناف نے سد ذرائع سے استفادہ تو کیا ہے لیکن اس کو فقہ کا ایک مستقل اصول اور دلیل نہیں بنایاجیسا کہ حنابلہ اور مالکیہ نے بنایاہے۔

2)-بعض حضرات کا یہ کہنا کہ احناف اس اصول کو سرے سے تسلیم نہیں کرتے تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اس کو ایک مستقل اصول اور دلیل کے طور پر استعمال نہیں کرتے بلکہ استحسان بالمصلحت کے تحت استعمال کرتے ہیں اور اس کی تفصیل ما قبل میں شیخ مجاہد القاسمی کی تشریح کی صورت میں گزر چکی ہے۔

3)-مذکورہ بالا وضاحتی اقوال اور عبارات کی روشنی میں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ احناف کی کتب اصول میں یہ اصطلاح کہیں بھی استعمال نہیں ہوئی۔البتہ کتب قواعد فقہ میں اس اصول کے اشارے ملتے ہیں۔اسی طرح کتب فروع میں بعض فروعات کے بیان میں سد ذرائع کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ کی عبارت کاحوالہ گزرچکاہے۔اس سے معلوم ہوا کہ احناف اصولی طور پر اس اصول کے اس قدر قائل نہیں ہیں مگر ان کی کتب میں اس اصول کے مطابق استنباطات اوراستدلالات مل جاتے ہیں۔

کتب احناف میں سد ذرائع کے شواہد اور امثلہ

جیسا کہ ما قبل میں اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ احناف اس اصول سے استفادہ کرتے ہیں تو ذیل میں احناف کی کتب سے اصول سے استفادہ کے چند شواہد پیش کیے جارہے ہیں جس سے بخوبی معلوم ہو گا کہ احناف سد ذرائع کو استعمال کرتے ہیں۔

1)-معتکف کیلئے مس کرنے کی ممانعت

علماء احناف نے معتکف کیلئے چھونا اور بوسہ لینے کی حرمت بیان کی ہے اور علت یہ بیان کی ہے کہ دواعی وطی ہیں اور وطی حرام ہے [37] جیسا کہ ارشاد ربانی ہے"ولاتباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد[38]"اسی طرح "فتح القدیر للکمال ابن ہمام"میں ہے:"لِأَنَّهُ مِن دَواعِيهِ فَيَحْرُمُ عَلَيْهِ إذْ هُوَ مَحْظُورُهُ""کیونکہ (مس کرنا اور بوسہ لینا) دواعی وطی میں سے ہیں لہذا یہ معتکف پر حرام ہوں گی اس لئے اس منع کیا گیا ہے"

2)-عورت کو اکیلے سفر کرنے کی ممانعت

احناف کے نزدیک عورت کیلئے محرم کی غیر موجودگی میں حج کا سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے چنانچہ المبسوط للسرخسی میں ہے:"المرءة عرضةللفتنةوباجتماع النساءتزداد الفتنة ولاترتفع انماترتفع بحافظ یحفظہا ولایطمع فیہا وذلک المحرم[39]"یعنی عورت فتنے کا محل ہے اور عورتوں کے اجتماع سے فتنہ بڑھے گا اور ختم نہ ہوگا اور یہ فتنہ صرف محافظ کی وجہ سے اٹھ سکتا ہے جو صرف حفاظت کرتا ہے اور خود ان میں خواہش نہیں رکھتا اور وہ محرم ہی ہو سکتا ہے۔

3)-عورتوں کی جماعت میں شرکت سے ممانعت

صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسانیؒ عورتوں کی جماعت میں شرکت کی ممانعت کا حکم لکھتے ہوئے نقل فرماتے ہیں کہ جوان عورتوں کے لئے مساجد میں جاکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ممنوع ہے اور حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں سبب فتنہ سے بچنے کے لئے سداًللذرائع عورتوں کو جماعت میں شرکت کرنے سے منع فرمادیا تھا؛ حالانکہ فی نفسہ جماعت میں عورتوں کا شریک ہونا جائز اور درست ہے جیسا کہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں درست تھا؛ لیکن عورتوں کا جماعت کے لئے گھر سے نکلنا فتنہ کا سبب بن سکتا ہے؛ اس لئے ممانعت کردی گئی ہے

چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

"ولایباح للشواب منہن الخروج إلی الجماعات بدلیل ما روی عن عمرؓ أنه نہی الشواب عن الخروج ولأن خروجہن إلی الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام وما أدی إلی الحرام فہو حرام[40]"

یعنی جوان عورتوں کے لئے جماعت کی شرکت کے لئے گھر سے نکلنا جائز اور مباح نہیں ہے؛ اس دلیل کی وجہ سے جو حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ یقیناً انہوں نے عورتوں کو جماعت میں شرکت سے ممانعت فرمائی ہے؛ اس لئے کہ ان کا جماعت میں شریک ہونا باعث فتنہ ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو چیز حرام تک متعدی ہوتی ہے وہ بھی حرام ہے۔

4)-دارالحرب میں کافرہ عورت کا مسلمان ہونا / حربی کا مسلمان ہونا

صاحب ھدایہ علامہ مرغینانی اور صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمام نے اپنی کتاب میں سد ذرائع سے استفادہ کرتے ہوئے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ اگر عورت دارالحرب میں مسلمان ہو جائے اور اس کا خاوند کافر ہو تو لازم ہے کہ ان کے درمیان فرقت پیدا کر دی جائے۔ اسی طرح اگر حربی شخص مسلمان ہو جائے اور اس کے تحت ایک مجوسیہ عورت ہو تو ان دونوں کے درمیان بھی فرقت پیدا کی جائے گی۔

صاحب ھدایہ فرماتے ہیں: "ولابدمن الفرقة دفعاللفساد[41]" یعنی فساد کو ختم کرنے کیلئے ان کے درمیان فرقت لازمی ہے۔ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واذااسلمت المرء ة فی دارالحرب وزوجہا کافرواسلم الحربی وتحته مجوسية لم تقع الفرقة حتیٰ تحیض ثلاث حیض ان کانت ممن تحیض والافثلاثة اشھر، فان اسلم قبل انقضاء ھذه المدة فھما علیٰ نکاحھما،وان لم یسلم حتیٰ انقضت وقعت الفرقة[42]"

یعنی عورت یا مرد کے اسلام قبول کرنے کے بعد تب تک فرقت نہ ہو گی جب تک اس عورت کے تین حیض یا تین ماہ پورے نہ ہو جائے اس مدت کے بعد بھی اگر دوسرا فرد اسلام قبول نہیں کرتا تو پھر دونوں میں فرقت پیدا کر دی جائے گی۔

5)۔جماعت / گروہ پر حد سرقہ کو لاگو کرنا

حضرات احناف کا یہ مسلک ہے کہ اگر سرقہ یعنی چوری میں ایک سے زیادہ افراد شریک ہوں اور ان میں سے ہر ایک پر نصاب سرقہ کی مقدار آتی ہو جو کہ دس درہم ہے تو سب کے لئے قطع ید کا حکم لاگو ہو گا۔ چنانچہ فقہ حنفی کی ایک معتبر کتاب "درر الحکام شرح غرر الاحکام" میں یہی بات درج ہے

"(وإنْ اشْتَرَكَ جَمْعٌ) فِي السَّرِقَةِ (وأصابَ كُلٌّ قَدْرَ نِصابٍ) وهُوَ عَشَرَةُ دَراهِمَ (قُطِعُوا أوْ إنْ أخَذَ المالَ) كُلَّهُ مِن الحِرْزِ (بَعْضُهُمْ) لِأنَّ المُعْتادَ بَيْنَ السّارِقِ أنْ يَتَوَلّى بَعْضُهُمْ الأخْذَ ويَسْتَعِدَّ الباقُونَ لِلدَّفْعِ فَلَوْ امْتَنَعَ الحَدُّ بِمِثْلِهِ لامْتَنَعَ القَطْعُ فِي أكْثَرِ السُّرّاقِ فَيُؤَدِّي إلى فَتْحِ بابِ الفَسادِ[43]"

مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں ہم اگر دیکھیں تو اس مسئلہ میں بھی سرقہ جیسے مسئلہ کو ختم کرنے کیلئے سد ذرائع سے استفادہ کرتے ہوئے احناف نے یہ مسلک اپنایا ہے تاکہ سرقہ کے باب کو بند کیا جائے۔ چنانچہ مذکورہ بالا عبارت میں "فَيُؤَدِّي إلى فَتْحِ بابِ الفَسادِ" اسی بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ احناف نے یہاں سد ذرائع سے استفادہ کیا ہے۔

6)۔انگور کے رس / شیرے کی بیع (کی ممانعت)

اس شخص سے کرنا جو اس سے شراب بناتا ہو: حضرات احناف کے ہاں اس شخص کو انگور کا شیرہ فروخت کرنا حرام ہے جو اس سے شراب بناتا ہے[44] صدر الدين عليّ بن عليّ ابن أبي العز الحنفي نے تو "التنبيه على مشكلات الهداية" میں براہ راست سد للذریعہ کا لفظ استعمال کرتے ہوئے فرمایا: "حرمت الوسيلة إليه سدًا للذريعة لأن الدافع أسهل من الرفع" یعنی وسیلہ جو مفضی الی الحرام ہے اس کو سد ذریعہ کے طور پر حرام قرار دیا گیا اس لئے کہ اصول ہے کہ " لأن الدافع أسهل من الرفع " جس سے مراد یہی ہے کہ پرہیز کے اسباب کو بلاء اور مصیبت کے نازل ہونے سے قبل اختیار کرنا زیادہ آسان ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ مسئلہ مذکورہ میں سد ذرائع سے استفادہ کیا گیا ہے۔

منتخب معاصر معاشرتی و معاشی مسائل پر اصول سد ذریعہ کی تطبیق

یہاں چار منتخب مسائل پر اصول سد ذریعہ کی تطبیق ذکر کی جارہی ہے۔

غیر مسلم ممالک میں سودی لین دین[45]

مسلم اقلیتوں کا عصر حاضر میں ایک اہم مسئلہ سودی لین دین کا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد بن الحسن الشیبانی کا مسلک بلکہ جمیع فقہائے عراق کا مسلک یہ ہے کہ ایسے تمام ممالک جو براہ راست مسلمانوں سے برسرپیکار ہیں، وہاں کے رہنے والے مسلمانوں کے لیے اس کی گنجائش موجود ہے کہ وہ کسی حربی سے سود کا معاملہ کریں۔ کتب فقہ کی عبارات کا اطلاق سود لینے اور دینے دونوں کو جائز رکھتا ہے۔ معلوم نہیں کہ ماضی قریب کے فقہائے ہند میں سے بعض نے اس مسئلہ میں قاضی ابو یوسفؒ کے قول کو کس اصول کی بنا پر ترجیح دی ہے۔

قاضی ابو یوسفؒ اور ائمہ ثلثہ کا قول ہے کہ یہ معاملہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے فقہ احناف کے متون، شروح اور فتاوی میں حضرات طرفین کے قول کو لیا گیا ہے مگر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان فقہاء کے ہاں ائمہ احناف کے اقوال میں اختلاف کے وقت قوت دلیل مرجح ہے۔ ان فقہاء کے زعم میں اس مسئلہ میں قاضی ابو یوسف کی دلیل مضبوط ہے۔ یہ حضرات سود کی مذمت و شناعت کے بارے میں وارد قرآن و حدیث کی نصوص کے مقابلے میں مکحول کی ایک مرسل روایت "لاربوا بین المسلم والحربیّ دار الحرب" کو مضبوط سمجھتے ہیں نیز اس روایت کو قابل تاویل سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر مفتی عبد الواحدؒ نے یوں تو حضرات طرفین ہی کے قول کو اختیار کیا ہے تاہم ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر ان مسلم اقلیتی ممالک کے علماء مفاسد کے پیش نظر اس قول پر فتویٰ نہ دیں تو انہی کی رائے کو لیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض معاصر فقہائے احناف اس مسئلہ میں سد ذریعہ کے اصول کو اپناتے ہوئے ان ممالک میں سودی معاملات کی اجازت نہیں دیتے۔

راقم الحروف کی رائے میں اس مسئلہ میں جواز و عدم جواز کی رائے انتہائی غور و فکر کے بعد قائم کرنی چاہیے اس لیے کہ جواز کے قول پر بے شمار مسلمانوں کا رہائش خریدنے کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

اسلامی بینکاری میں عقد تورق کا استعمال[46]

تورق ایک ایسے عقد کو کہتے ہیں جس میں ایک شخص دوسرے سے ادھار چیز خریدتا ہے اور پھر جلد بدیر اسی چیز کو کسی تیسرے شخص کے پاس نقد میں فروخت کر دیتا ہے۔ گویا اس نے ادہار پر مہنگی خریدی اور نقد پر سستی بیچ دی۔ عموماً یہ معاملہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ ایسے شخص کو نقد کی ضرورت ہوتی ہے اور کوئی شخص اسے ادہار دینے کو تیار نہیں ہوتا۔ یوں وہ ایسا معاملہ کر کے نقد حاصل کر لیتا ہے اور اپنی ضرورت پوری کر لیتا ہے اور پھر اپنی سہولت کے مطابق اقساط میں وہ ادھار اتار تا رہتا ہے۔ اس سے ملتی جلتی ایک شکل بیع عینہ کی ہے۔

عِینَہْ اور تَوَرّقْ میں فرق یہ ہے کہ اگر یہ شخص وہ چیز جو اس نے ادھار پر مہنگی خریدی تھی، اسی شخص کو نقد پر کم قیمت پر فروخت کر دے جس سے اس نے اولا ادھار خریدی تھی تو یہ عِینَہْ ہے اور اگر دوسرا معاملہ کسی تیسرے شخص سے کرتا ہے تو یہ تورق ہے۔ بعض حضرات تورق اور عینہ میں مندرجہ بالا فرق کو درست نہیں سمجھتے اور تورق کو بھی عِینَہْ ہی کی ایک شکل قرار دیتے ہیں اور اس پر حرمت کا حکم لگاتے ہیں۔ اصولی طور پر تورق ایک حلال معاملہ ہے اور عینہ حرام ہے۔

اسلامی بینکاری میں تورق کا باقاعدہ استعمال کیا جاتا ہے۔ بینک بعض اوقات متورق ہوتا ہے اور بعض اوقات مورق۔ یعنی کبھی بینک کو نقد کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ اپنے کھاتہ دار کو اس کی رقم پر فوری نفع دینا چاہتا ہے تو وہ کسی سامان Commodity کی طرف کھاتہ دار کی رہنمائی کرتا ہے کھاتہ دار وہ سامان ادھار پر بینک کو بیچتا ہے بینک وہ سامان نقد پر کم قیمت پر مارکیٹ میں فروخت کرتا ہے۔ اور بسا اوقات کھاتہ دار کو رقم کی ضرورت ہوتی تو مندرجہ بالا صورت میں بینک فروخت کنندہ بن جاتا ہے۔

چونکہ یہاں عینہ (جو حرام ہے) ہے اور تورق (جو حلال ہے) اس کے درمیان بہت باریک فرق ہے جس کا لحاظ رکھنا مشکل ہے نیز ایسی صورت کے رواج پا جانے کی صورت میں اس کا عینہ کی صورت بن جانا ممکن ہے خصوصاً تورق منظم (بینکاری تورق) کو اس کی حدود و شرائط پر باقی رکھنا شاید اس کے شیوع کے بعد ممکن نہ ہو سکے، بعض علماء نے انہی ممکنہ مفاسد کے پیش نظر اس کے استعمال کو منع رکھا ہے۔ یوں یہاں بھی سد ذریعہ کا اصول منطبق کیا گیا ہے۔

نکاح المسیار

نکاح المسیار، نکاح کی وہ صورت ہے جس میں عورت اپنے جملہ حقوق یا بعض حقوق سے دستبردار ہو جاتی ہے اور یہ دستبرداری بوقت نکاح یا تو مذکور ہوتی ہے یا مفہوم ہوتی ہے۔ اس کی متعدد صورتیں معاشرے میں رائج ہیں۔

بسا اوقات تو نکاح کو صرف خفیہ رکھا جاتا ہے۔ بعض حضرات اسے بھی نکاح مسیار ہی کی ایک صورت قرار دیتے ہیں جو ظاہر ہے کہ غلط ہے۔ ہاں البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ خفیہ نکاح میں بسا اوقات عورت "حق المبیت" (یعنی شوہر کا بیوی کے پاس رات گزارنا) سے دستبردار ہوتی ہے۔ یہ صورت نکاح مسیار ہی کی ہے۔ وقتی نکاح (جس میں وقت کا صراحتاً ذکر نہ ہو) اور نان ونفقہ سے دستبرداری والا نکاح بھی اسی مسیار کی ہی مختلف صورتیں ہیں۔

برصغیر کے اکثر علماء ممکنہ مفاسد کے پیش نظر اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ عرب کے اکثر علماء اور برصغیر کے بعض علماء اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ احناف کے اصولوں کے مطابق اس نکاح پر عدم جواز کا حکم لگانا آسان نہیں۔ اگر مرد بوقت نکاح یہ شرط رکھتا ہے کہ وہ مہر بھی ادا نہیں کرے گا تو سوائے اس صورت کے باقی تمام صورتیں اصولِ احناف کے مطابق جائز قرار پاتی ہیں۔ مہر، گواہ اور درست ایجاب و قبول کے بعد کسی نکاح پر عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جا سکتا عورت اپنے حقوق سے دستبردار ہو سکتی ہے تاہم بہت سے معاصر علماء اس نکاح کو جہاں مقاصد شریعت سے متصادم سمجھتے ہیں وہاں کئی متوقع مفاسد کا سبب بھی سمجھتے ہیں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فتویٰ میں مذکور ہے:

"اس قسم کے نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ زنا کے متبادل کے طور پر متعہ کے جواز کے لیے چور دروازہ ہے۔۔۔"[47]

عورت کے چہرے کا پردہ[48]

اگرچہ یہ مسئلہ نیا نہیں ہے تاہم معاصر دور میں اس پر از سر نو غور وفکر کی ضرورت ہے۔ ایک تو مغربی معاشروں کی نومسلم خواتین کو کیا اس امر شرعی کا مکلف بنانا چاہیے یا اس مسئلے میں گنجائش کے پہلو سے استفادہ کرنا چاہیے۔ نیز وہ تمام مسلم معاشرے جہاں عورتیں چہرے کا پردہ نہیں کرتیں انہیں کسی درجے میں گناہ گار گردانا جانا چاہیے۔ ان دو سوالوں کے پس منظر میں اس مسئلہ کی اصل مبحث کو سمجھنا ضروری ہے۔ ہمارے سامنے قران کریم کی سورہ نور اور سورۃ الاحزاب کی آیات مبارکہ ہیں۔ اکثر علماء نے اس مسئلہ میں سورۂ نور کی آیت مبارکہ کو بنیاد بنایا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ سورت، سورۃ الاحزاب سے نزول میں متاخر ہے یا یہ کہ سورۃ الاحزاب کے حکم میں وقتی پابندی کا لطیف اشارہ موجود ہے۔

ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ۔[49]

پھر احادیث مبارکہ میں کوئی واضح قولی حدیث اس بارے میں موجود نہیں۔

البتہ ازواج مطہرات اور صحابیات کے واقعات بڑی صراحت کے ساتھ اس حکم کو واضح کرتے ہیں۔

سورۃ النور میں "الا ما ظہر منہا" کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اوپر کی بڑی چادر مراد لیتے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اس سے چہرہ اور ہتھیلیاں مراد لیتے ہیں۔

ائمہ اربعہ میں سے صرف امام ابو حنیفہؒ اسے فتنہ کے خوف سے مشروط فرماتے ہیں یعنی اگر فتنہ کا خوف ہو تو چہرہ کا پردہ فرض ہے۔ گویا احناف نے ایک اعتبار سے یہاں بھی سد ذریعہ کے اصول ہی کو بنیاد بنایا ہے پھر اپنے اپنے دور کے معاشرتی حالات اور دینی تنزلی کے آثار کو دیکھتے ہوئے فقہائے احناف نے اسی فتنہ کے تحقق کی خبر دی ہے لہذا ان کے ہاں اب چہرے کا پردہ فرض وواجب ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ واجب، واجب لغیرہ ہے لہذا زمانہ بہ زمانہ اور مقام بہ مقام تمدن، مزاج، میلان اور دیگر معاشرتی عوامل کو مد نظر رکھتے ہوئے اجتہاداً وجوب وعدم وجوب کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ ونتائج بحث

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ سد ذرائع کا اصول مختلف اصولوں، قواعد فقہیہ اور متنوع تعبیرات فقہیہ کے تحت تمام مذاہب فقہیہ میں ملحوظ و معتبر ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ شوافع اور احناف نے اس اصل کو اپنے اصول میں ذکر نہیں کیا بایں وجہ کہ ان کی نظر اصل صورت مسئلہ پر رہی نہ کہ متوقع نتیجہ اور مآل پر تاہم بسا اوقات نتیجہ اتنا واضح ہوتا ہے کہ اس کا عدم اعتبار مجتہد و مفتی کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ عصر حاضر کے حنفی فقہاء اس اصول کو "فتنہ کے خوف اور "مفاسد کے خوف" کے اصول کے تحت ملحوظ رکھتے ہیں۔ مضمون میں ذکر کیے گئے مسائل ان کی واضح مثالیں ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

[1] ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور الافریقی، **لسان العرب** (بیروت، دار صادر طبع اول)، ج3، ص207

Ibn Manzūr, Muḥammad bin Makram bin Manzūr the African, Lisān al-Arab (Beirūt, Dār Ṣāder, first edition), vol. 3, p. 207

[2] اصفہانی، راغب، ابو القاسم الحسین بن محمد، **المفردات فی غریب القران**، مترجم: محمد سید کیلانی، (لبنان دار المعرفۃ)، ج1 ص227 س-ن

Isfahānī, Rāgheb, Abu Al-Qāsim Al-Ḥussein Bin Muḥammad, Al-Mufradāt fi Gharīb Al-Qur'ān, Edited by: Muḥammad Sayed Kilānī, (Lebanon, Dar Al-Ma'rifah), Vol. 1, p. 227, S-N

[3] یسین: 9

Yāsīn: 9

[4] لسان العرب، ج8، ص96

Lisān al-Arab, vol. 8, pg. 96

[5] زیدان، سید عبد الکریم، **الوجیز فی اصول الفقہ** (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار)، ص290

Zaidān, Syed Abd al-Karīm, Al-Wajīz fī Uṣūl al-Fiqh (Lahore, Rahmāniyeh Library, Urdu bāzār), pg. 290

[6] قرافی، ابو العباس، شہاب الدین احمد بن ادریس، **تنقیح الفصول فی علم الاصول**، (جامعۃ ام القری)، 2000، ج2، ص503

Qarāfī, Abu al-Abbās, Shihāb al-Dīn Aḥmad ibn Idrīs, Tanqīḥ al-Fuṣūl fī ‘Ilm al-Uṣūl, (Umm al-Qurā University), 2000, part 2, p. 503

7 رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، **قاموس الفقہ**، (کراچی، زمزم پبلشرز،)س2007، ج4ص 141

Raḥmānī, Khālid Saif Allah, Mawlānā, Qāmūs al-Fiqh, (Karachi, Zamzam Publishers), S. 2007, Vol. 4, p. 141

8 قرافی، ابو العباس احمد بن ادریس، **الفروق وانوار البروق فی انواء الفروق**، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ)، ج2، ص 61

Qarāfī, Abu al-Abbās, Shihāb al-Dīn Aḥmad ibn Idrīs, Al-Furūq wa Anwār al-Burūq fi Anwā al-Furūq (Beirūt, Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah), part 2, p. 61

9 الانعام:108

Al-An’ām: 10

10 القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر، **الجامع لاحکام القران**، (الریاض، دار عالم الکتب،)، س2003، ج7، ص 61

Al-Qurṭubī, Abu Abdullah Muḥammad bin Aḥmad bin Abī Bakr, Al-Jāmi’ Aḥkām Al-Qur’ān, (Riyādh, Dār Ālam Al-Kutub, S. 2003, Vol. 7, p. 61

11 ابو داود، سلیمان بن اشعث، **سنن ابو داود**، باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ، کتاب الصلوۃ، رقم الحدیث 495، (بیروت، دار الکتاب العربی)

Abu Dāwūd, Suleimān bin Ash’ath, Sunan Abū Dāwūd, Kitāb al-Ṣalāh, Raqm al-Ḥadīth 495, (Beirūt, Dār Al-Kitāb Al-‘Arabī)

12 الجوزیۃ، ابن قیم، محمد بن ابی بکر ایوب، **اعلام الموقعین**، (قاہرہ، دار الطباعہ المنیریہ) ج3ص 139

Al-Jawzī, Ibn Qayyim, Muḥammad bin Abi Bakr Ayūb, ‘Alām al-Mywaqqi’īn, (Cairo, Dār Al-Ṭabā’a Al-Munīriyah), Vol. 3, p. 139

13 القرافی، ابو العباس شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبد الرحمن، **الفروق وانوار البروق**، بتصرف، تح: خلیل المنصور، (بیروت دار الکتب العلمیۃ)1998، ج2ص 60

Al-Qarāfī, Abū al-Abbās Shihāb al-Din Aḥmad ibn Idrīs ibn Abd al-Rahman, al-Furūq wa Anwār al-Burūq, edited by: Khalīl al-Manṣūr (Beirūt Dar al-Kutub al-‘Alamiyyah) 1998, vol.2, p.60

14 الفروق، 2/61-60،

al-Furūq, 2/60-61

15 محمد یوسف، **الاجتہاد المعاصر**، ، (بیروت، دار الفکر،) ص 71

Muḥammad Yūsuf, al-Ijtihād al-Mu’āṣir, (Beirūt, Dar Al-Fikr,) p. 71

16 اختر زینی بنت عبد العزیز، **المعاملات المالیۃ المعاصرہ**، ، (مصر، دار احیاء التراث العربیہ)، 2012ء، ص 169

Akhtar Zīnī Bint Abdul Azīz, al-Mu’āmlāt al-Māliyyah al-Mu’āṣrah, (Egypt, Darahyā Al-Turāth Al-Arabiyah), 2012, p. 169

17 ایضا (مرجع سابق)

Ibid.

18 الشاطبی، ابراہیم بن موسی بن محمد، **الموافقات**، تح: ابو عبیدۃ مشہور بن حسن ال سلمان، (دار ابن عفان)، ط.1، 1997ج3، ص 263

Al-Shāṭibī, Ibrāhim bin Musā bin Muḥammad, Al-Muwāfaqāt, edited by: Abu Ubaidah Mashūr bin Ḥassan Al-Salmān, (Dār Ibn Affān), vol.1, 1997, part 3, p. 263

[19] ابوزہرہ، محمد ابوزہرہ، مالک، حیاتہ وعصرہ، آراءہ وفقہہ،،(قاہرہ، دارالفکر العربی)، ص431

Abu Zuhra, Muḥammad Abu Zuhra, Mālik, his life and era, opinions and jurisprudence, (Cairo, Dar Al-Fikr Al-Arabi), p. 431

[20] الباجی، سلیمان بن خلف، **احکام الفصول**، تحقیق: عمران بن علی العربی، (لیبیا، منشورات جامعہ المرقب)، طبع2005، ج2، ص940

Al-Bājī, Suleimān bin Khalaf, Aḥkām al-Fuṣūl, Taḥqīq: Imrān bin Ali al-Arabi, (Libya, Al-Marqab University Publications), 2005 edition, part 2, p. 940

[21] ابن رشد، محمد بن احمد، **المقدمات الممهدات**، تحقیق محمد حجی، (بیروت، دارالغرب الاسلامی)، ج2، ص39

Ibn Rushd, Muḥammad ibn Aḥmad, al-Muqaddamāt al-Mumahhadāt, edited by Muḥammad Ḥajji, (Beirūt, Dar Al-Gharb Al-Islāmi), part 2, p. 39

[22] مرادوی، علی بن سلیمان، **التحبیرشرح التحبیر**، تحقیق:عبدالرحمن الجبیرین وآخرون، (ریاض، مکتبہ الرشد،)، ج8، ص3831

Marādovī, Ali bin Suleiman, Al-Taḥbīr, Explanation of Al-Taḥbīr, investigation: Abdul Rahman Al-Juberīn and others, (Riyādh, Al-Rushd Library), Part 8, p. 3831

[23] ابن نجیم، زین العابدین ابراہیم، **الاشباہ والنظائر**،،(بیروت، دارالکتب العلمیہ) طبع اول1405ھ، ج1، ص274

Ibn Nujaym, Zain Al-Ābidīn Ibrāhim, Al-Ashbāh wa Al-Nazā'ir, (Beirūt, Dar Al-Kutub Al-Alāmī), first edition 1405 AH, part 1, p. 274

[24] نقصان /تکلیف کو ختم کیا جائے گا۔یعنی ضرر اور نقصان کو دور کیا جانا چاہیئے۔ابواب فقہ کے بہت سارے مسائل اسی قاعدہ پر مبنی ہیں۔چند امثلہ یہ ہیں۔مثال:اگر بائع نے مشتری کو چیز بیچی اور قیمت کا بازار کی قیمت سے بہت فرق تھا اور مشتری کو معلوم نہ تھا، لھذا اب مشتری کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ چیز واپس کر سکتا ہے تاکہ اس کا جو نقصان کیا ہے اس کو واپس کیا جائے۔اگر راستہ میں نقصان دہ چیز ہے یا جانور ہے جس سے گزرنا ممکن نہیں تو اس نقصان دہ چیز کو ہٹایا جائے گا۔نماز کے وقت مقرر کیے گ ئے اگر مقرر نہ ہوتے تو لوگ جماعت میں شریک نہ ہوتے یا دوسروں کا انتظار کرتے رہتے۔شفعہ کا حق بھی اسی لیے ہے کہ ممکن ہے جو نیا پڑوسی آئے وہ تکلیف دینے والا ہو۔

[25] یعنی مفاسد کا دفع کرنا منفعت کے حصول سے اولیٰ ہے۔جب کسی مفسدہ اور مصلحت کا مقابلہ ہو تو اکثر حالات میں مفسدہ کا ازالہ کرنا اور دفع کرنا اولیٰ قرار پائے گا کیونکہ شریعت نے ممنوعات کو مامورات کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی ہے اس لئے کہ ماموارات کے امتثال سے ایسا ضرر لازم آتا ہے جو شارع کی نہی کی حکمت کے منافی ہے۔مثلا: کوئی بندہ اپنے گھر کی دیوار میں کھڑکی لگاتا ہے جو کہ فائدہ ہے مگر اس سے نقصان یہ کرتا ہے کہ اس کھڑکی گزرنے والی عورتوں پر آوازیں کستا ہے تو اس نقصان سے بچنا بہتر ہے لھذا کھڑکی بند کر دی جائے۔گھر کے کچن کا دھواں پڑوسی کی طرف جاتا ہے تو اگرچہ یہ اس گھر والے کا فائدہ ہے مگر پڑوسی کے نقصان کی وجہ سے یہ فائدہ حاصل کرنا مناسب نہیں۔لہذا ہر وہ کام جس مین اتنا فائدہ ہو اور اتنا ہی نقصان ہو تو فائدہ حاصل کرنے کی بجائے نقصان کو دور کیا جائے گا۔

[26] **الاشباہ والنظائر** ج1، ص29

Al-Ashbāh wa al-Nazā'ir, vol. 1, pg. 29

[27] کاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**، (دار الکتب العلمیہ بیروت)، ج8، ص106

Kāsānī, Aladdīn, Abu Bakr Ibn Mas'ūd, Badā'i al-Ṣanā'i fi Tartīb al-Sharī'ah, Dar Al-Kutub Al-Alamiyyah Beirūt, part 8, p. 106

[28] مرغینانی، ابی الحسن، علی بن ابی بکر، **الھدایۃ**، (المکتبۃ الاسلامیۃ)، س-ن، 2/32

Marghinānī, Abi Al-Ḥassan, Ali Bin Abi Bakr, Al-Hidāyah, (The Islamic Library), S-N, 2/32

[29] ابن عابدین، محمد امین بن عمر، **حاشیہ ردالمختار علی الدر المختار**- شرح تنویر الابصار، (مکتبہ التجاریہ، مکہ) ج3، ص531

Ibn Ābdīn, Muḥammad Amīn bin 'Umar, Ḥāshiyah Radd Al-Mukhtār alā Al-Dur Al-Mukhtār – Sharḥ of Tanwīr Al-Abṣār, (Al-Tijaria Library, Makkah) Part 3, p. 531

[30] **الموافقات**، 4/68

Al-Muwāfaqāt, 4/68

[31] القاسمی، مجاہد الاسلام، القاسمی، **سد الذرائع**، مجلہ مجمع اللفقہ الاسلامی (السعودیہ)، ج3، ص298، طبع 1، 1417ھ،

Al-Qāsmī, Mujāhid al-Islam, al- Qāsmī, Ṣad al-Dharā'i, Majma' al-Fiqh al-Islamī (Saudi Arabia), part 3, pg. 298, printed 1417 AH,

[32] حوالہ بالا

Ibid.

[33] ابو زہرہ، **اصول الفقہ**، (دار الفکر العربی)، س-ن، ص294

Uṣūl al-Fiqh, pg. 294

[34] القرافی، شہاب الدین، احمد بن ادریس، **الفروق**، (بیروت، عالم الکتب) ط، ن، ج2، ص33

Al-Furūq, pg. 2, pg. 33

[35] الباجقنی، محمد عبد الغنی، **المدخل الیٰ اصول الفقہ المالکی**، (بیروت، دار لبنان للطباعۃ والنشر)، 1968م، ص138

Al-Bājqani, Muḥammad Abd Al-Ghanī, al-Madkhal ilā Uṣūl al-Fiqh Al-Mālikī Jurisprudence, (Beirūt, Dar Lebanon for Printing and Publishing), 1968 AD, p. 138

[36] البرہانی، محمد ہشام، **سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیہ** (دمشق، دار الفکر)، 1995م، ص651

Al-Burhānī, Muḥammad Hashām, Ṣad Al-Dhara'i fi Sharī'ah al-Islamiyyah (Damascus, Dar Al-Fikr), 1995 AD, p. 651

[37] مازن بن عبد اللطیف بن عبد اللہ البخاری، **سد الذرائع عند الحنفیہ دراسۃ تطبیقیۃ علی کتاب فتح القدیر لابن** ہمام، (مجلہ کلیہ الشرعیہ والقانون، جزء اول، 2021ء قسم الشریعہ والدراسات الاسلامیہ "**الفقہ واصولہ**"، کلیۃ الاداب والعلوم الانسانیہ، جامعہ الملک عبد العزیز، جدہ، المملکہ العربیہ السعودیہ)، ص125

Māzin bin Abd al-Latif bin Abd Allah al-Bukhārī, Ṣad al-Dharā'i at al-Ḥanafiyyah, a study of its application to the book Fatḥ al-Qadīr by Ibn Ḥammām, (Journal of the Faculty of Sharī'ah and Law, Part One, 2021, Department of Sharī'ah and Islamic Studies, "Fiqh and Uṣūl"), College of Arts and Human Sciences, King Abdulaziz University, Jeddah, Kingdom. Arabic Saudi Arabia), p. 125

[38] البقرہ:187

Al-Baqarah: 187

[39] سرخسی، شمس الدین سرخسی، **المبسوط** (بیروت، دار المعرفہ،)1989ء، ج4، ص111

Sarkhasī, Shams al-Dīn Sarkhasī, al-Mabsūṭ (Beirūt, Dār al-Ma'rifah), 1989, Part 4, p. 111

[40] کاسانی، علاء الدین بن مسعود، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**، ج1، ص157،(دار الکتب العلمیہ قاہرہ)1424ھ

Kāsāni, Alaeddīn bin Mas'ūd, Badā'i' al-Ṣanā'i fi Tartib al-Sharā'i', part 1, pg.

[41] شوکانی، محمد بن علی، **فتح القدیر** (بیروت، دار الکتب العلمیہ)، 2003ء، ج3، ص421

Shawkānī, Muḥammad bin Ali, Fatḥ al-Qadīr (Beirūt, Dar Al-Kutub Al-Alamih), 2003, Part 3, p. 421

[42] حوالہ بالا

Ibid.

[43] ملاخسرو محمد بن فرامرز بن علي، **درر الحکام في شرح غرر الأحکام**،،(ناشر: دار إحياء الكتب العربية،) بدون طبعة وبدون تاريخ، ج2، ص78

Mullā Khsuro and Muḥammad bin Farāmarz bin Alī, Durar al-Ḥukkām fī Sharḥ Gharar al-Aḥkām, (Publisher: Dar Iḥyā al-Kutub al-Arabiyyah), (without edition and without date, part 2, p. 78

[44] صدر الدین، عليّ بن عليّ ابن أبي العز الحنفي (المتوفى ٧٩٢هـ)، **التنبيه على مشكلات الهداية**،،(ناشر: مكتبة الرشد ناشرون - المملكة العربية السعودية،) طبع اول 2003م، ج5، ص799

Ṣadr al-Din, Alī ibn Alī ibn Abi al-'Izz al-Ḥanafī (died 792 AH), al-Tanbīh alā mushkilāt al-Hidāyaha, (Publisher: Al-Rushd Library Publishers - Kingdom of Saudi Arabia), first edition 2003 AD, vol. 5, p. 799

[45] مسئلہ کی جملہ جہات پر جامع بحث کے لیے ملاحظہ ہو۔ حافظ عبد الباسط خان، ڈاکٹر، غیر مسلم ممالک میں سودی معاملات اور علمائے برصغیر کی آراء، القلم جلد 18 شمارہ 2 (دسمبر 2013)، ص163۔174

For a detailed comprehensive study, which is noteworthy please read the following article: Hafiz Abdul Basit Khan, Ghayr Muslim mamālik main sūdī mu'āmlāt awr 'Ulemā Barr-Ṣaghīr ki arā' al-Qalam, vol. 18, chapter 2 (December 2013), p. 163. 174

[46] مسئلہ کی جملہ جہات پر جامع بحث کے لیے ملاحظہ ہو حافظ عبد الباسط خان، ڈاکٹر، معاصر اسلامی بینکاری اور مسئلہ تورق، جلد 25 شمارہ 33 (2010)، ص67 تا 90

For a detailed comprehensive discussion on Tawarruq please read this article: Abdul Basit Khan, Contemporary Islamic Banking and the Tawarruq, volume 25, chapter 33 (2010), p. 67-90

[47]https://www.banuri.edu.pk/readquestion/%D9%86%DA%A9%D8%A7%D8%AD-%D9%85%D8%B3%DB%8C%D8%A7%D8%B1-%DA%A9%D8%A7-%D8%AD%DA%A9%D9%85-144012201363/18-09-2019

[48] یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ مسئلہ کی جوہری بحث پر چند سطور لکھی گئی ہیں تفصیل کے لیے کتب تفسیر وفقہ کی مراجعت کی جائے۔

[49] الاحزاب: 59

Al-Aḥzāb: 59